حافظ عبدالرحمن صاحب کے ٹریکٹ ''دس ہزار روپے کا نقد انعام''

کا

جواب

* از *

جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل
ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف
صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

النـــــــــــاشر
مہتمم نشر و اشاعت نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف ربوہ

حافظ عبدالرحمن صاحب کے ٹریکٹ "دس ہزار روپے کا نقد انعام"

کا

جواب

از

جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل

ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف

صدر انجمن احمدیہ پاکستان

ربوہ

الناشر

مہتمم نشر و اشاعت، نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف ربوہ

پیش لفظ

حافظ عبدالرحمٰن صاحب متوطن کیمن جبر ضلع مظفر گڑھ حال چک نمبر ۴۰/۲۰R اوکاڑہ نے ایک ٹریکٹ بنام "دس ہزار روپے کا انعام" شائع کیا ہے۔ اس ٹریکٹ میں جماعت احمدیہ کے اُن کا ایک مطالبہ پورا کرنے پر انہوں نے دس ہزار روپیہ کا انعام رکھا ہے۔ ہم اُن کے ٹریکٹ کا جواب تو شائع کر رہے ہیں لیکن اُن سے انعام کی رقم پیشگی جمع کرانے کا مطالبہ نہیں کر رہے۔ تا انہیں لوگوں کی جیب سے یہ رقم نکلوانے کا موقعہ نہ مل سکے اور وہ ہمارے اس مطالبہ کو اپنا کاروبار چلانے کا ذریعہ نہ بنا سکیں۔ ہم انہیں انعام کی رقم معاف کر کے اُن کی باتوں کا آئندہ صفحات میں جواب دے رہے ہیں۔

قاضی محمد نذیر
ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف
ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حافظ عبدالرحمٰن صاحب کا ایک ٹریکٹ بعنوان "دس ہزار روپے کا انعام" ہماری نظر سے گزرا۔ اس کے شروع میں حافظ صاحب نے آیتِ قرآنیہ وَمَا قَتَلُوۡہُ یَقِیۡنًا بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ (النساء: ۱۵۸) کا صرف ترجمہ اپنی طرف سے یہ درج کیا ہے:-

"اور نہیں قتل کیا انہوں نے (یعنی یہودیوں نے۔ ناقل) اسے (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ ناقل) یقیناً بلکہ اٹھا لیا اللہ نے اُسے اپنی طرف۔ اللہ ہے زبردست اور حکمت والا۔"

(ٹریکٹ مذکور صٓ۲)

لفظ رَفع کی حقیقت

واضح ہو کہ حافظ صاحب کے اِس ترجمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ معہ جسم عنصری (خاکی جسم) آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن کا قتل و صلیب کی موت سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے حضور رفعت پانا ثابت ہوتا ہے۔ لغت عرب میں لکھا ہے :۔

اَلرَّفْعُ ضِدُّ الْوَضْعِ وَفِیْ اَسْمَاءِ اللّٰہِ الرَّافِعُ ھُوَ الَّذِیْ یَرْفَعُ الْمُؤْمِنَ بِالْاِسْعَادِ وَاَوْلِیَاءَہٗ بِالتَّقْرِیْبِ۔ (لسان العرب و القاموس)

ترجمہ۔ رفع وضع کی ضد ہے اور خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام "الرافع" ہے۔ اس سے مراد وہ اللہ ہے جو مومن کو سعادت عطا کرنے کے ذریعہ رفع دیتا ہے اور اپنے پیاروں کا اپنا قُرب دینے کے ذریعہ رفع کرتا ہے۔

پس مسیح کے رفع الی اللہ سے مراد آیت میں مزید تقرب الی اللہ ملنا ہے نہ کہ جسم سمیت اُٹھایا جانا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف کسی انسان کا جسم اُٹھایا جانا ایک امر محال ہے کیونکہ خدا تعالیٰ جہات سے پاک ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف رفع جسمی سے اس کا محدود المکان ہونا لازم آتا ہے۔ جو محال ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھایا جانا ایک محال امر کو مستلزم ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ حافظ عبد الرحمٰن صاحب قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رَفَعَہُ اللّٰہُ بِجَسَدِہِ الْعَنْصَرِیِّ اِلَی السَّمَاءِ کے الفاظ نہیں دکھا سکتے تا اُن کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت ہو۔

وفاتِ مسیح

بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید کی سورۃ آل عمران میں ہے کہ جب یہودیوں نے مسیح کو مار دینے کی تدبیر کی تو خدا تعالیٰ نے

اُن کے بچانے کی تدبیر کی اور اُن کی تسلی کے لئے فرمایا:۔

یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران:۵۶)

کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھاؤں گا یعنی تیرے درجات اپنے حضور بلند کروں گا۔ یہ یہودی تجھے نہیں مار سکیں گے۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اِس آیت کے لفظ مُتَوَفِّیْکَ کے معنی حضرت ابن عباسؓ سے مُمِیْتُکَ نقل فرماتے ہیں کہ خدا نے کہا میں تجھے مارنے والا ہوں (دیکھو صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ صہ ۹۲)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا بیان سورۃ مائدہ کے آخری رکوع میں یہ درج ہے:۔

وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ (المائدۃ: ۱۱۸)

کہ میں اپنی قوم کا اُس وقت تک نگران تھا جب تک ان لوگوں میں موجود رہا پھر جب اے خدا تُو نے مجھے وفات دی تو اُن پر تُو ہی نگران چلا آرہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اِس بیان کی رُو سے ظاہر ہے کہ اگر وہ اِس وقت قوم میں موجود ہیں تو زندہ ہیں اور اگر قوم میں موجود نہیں تو وفات پا چکے ہوئے ہیں۔ چونکہ وہ اپنی قوم میں اس وقت زندہ موجود

نہیں لہذا اُن کی وفات اُن کے اپنے بیان کی رُو سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور وہ اپنی قوم کو وفات پاکر خدا تعالیٰ کی نگرانی میں چھوڑ چکے ہوئے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کتاب التفسیر جلد ۳ صفحہ ۹۲ مطبوعہ مصر میں اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث درج کی ہے کہ قیامت کے دن جب لوگوں کا حشر ہوگا ..... تو کچھ لوگ بائیں طرف سے گرفتار کئے جائیں گے۔ اس پر آپ فرمائیں گے اصحابی۔ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ اس پر آپ کو بتایا جائے گا اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔ آپ کو پتہ نہیں آپ کے بعد انہوں نے دین میں کیا نئی باتیں پیدا کر دی تھیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ۔ میں وہی بات کہوں گا جو نیک بندے عیسیٰ بن مریم نے کہی کہ میں ان لوگوں کا اس وقت تک نگران تھا جب تک ان میں موجود رہا۔ پس جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو پھر ان کا تُو ہی نگران تھا۔ اس پر آپ سے کہا جائے گا اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ کہ یہ لوگ تو اپنی ایڑیوں پر پھر گئے تھے اور مرتد ہو گئے تھے۔ تمام اُمتِ محمدیہ اس حدیثِ نبوی کی رُو سے یہ مانتی ہے کہ چونکہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ میں موجود نہیں لہذا آپ وفات

پا چکے ہوئے ہیں۔ پس فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے الفاظ کے معنی "جب وفات دی تُو نے مجھے" دونوں نبیوں کے بیانوں میں متعین ہو گئے۔ لہذا جس طرح یہ الفاظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر روشن دلیل ہیں ویسے ہی یہ الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات پا جانے پر روشن دلیل ہیں۔

ماسوا اس کے عربی لغت کے رُو سے تَوَفِّیْ مصدر کے فعل کا فاعل جب خدا تعالیٰ ہو اور انسان اس فعل کا مفعول بہ ہو تو اس کے معنی رُوح قبض کرنا اور وفات دینا ہوتے ہیں نہ انسان کا خاکی جسم کے ساتھ قبض کیا جانا یا خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھایا جانا۔ قرآن مجید کی سورۃ زمر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے رُوحوں کو اُن کی موت کے وقت اور جس رُوح پر موت وارد نہ ہو اُسے اس کی نیند کی حالت میں قبض کرتا ہے۔ پس جس پر موت کا فیصلہ کرتا ہے اُسے روکے رکھتا ہے (یعنی دُنیا میں واپس نہیں بھیجتا) اور دوسری کو جسے نیند میں قبض کرتا ہے) ایک مقررہ وقت تک واپس بھیجتا رہتا ہے۔

اس آیت سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ توفّی کے فعل کے
خدا تعالیٰ کے فاعل اور ذی رُوح کے مفعول ہونے کی صورت میں صرف قبضِ
رُوح کے معنی ہوتے ہیں جس کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل قبضِ رُوح بصورتِ
موت۔ دوم قبضِ رُوح بصورتِ نیند۔ اِنہی دو صورتوں میں از رُوئے
آیت ہذا توفّی کے فعل کا خدا کے فاعل اور ذی رُوح کے مفعول ہونے
کی صورت میں حصر ہے۔ یعنی یا توفّی بصورت موت ہوگی ورنہ بصورتِ
نیند۔ لہذا توفّی کے فعل کے معنوں کی خدا کے فاعل اور ذی رُوح کے
مفعول بہ ہونے کی صورت میں کوئی تیسری صورت رُوح اور جسم کا
اکٹھا قبض کیا جانا اور زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا قرار نہیں دی جا سکتی۔
پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اُن کے اپنے بیان وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ
الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ میں یہ تیسری صورت مراد نہیں ہو سکتی بلکہ موت
کی صورت ہی مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ نیند کے لئے اس جگہ کوئی قرینہ
صارفہ موجود نہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام نے توفّی کے فعل کا
استعمال خدا کے فاعل اور ذی رُوح کے مفعول بہ ہونے کی صورت
میں قبض الروح مع الجسم کے معنوں میں عربی زبان میں سے دکھانے والوں کو
ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ آج تک کوئی شخص
ایسے استعمال کی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکا۔ حافظ عبد الرحمن صاحب کو

بھی ایسی مثال پیش کرنے کی جرأت نہیں۔ لہذا حافظ عبد الرحمن صاحب
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس بیان کے بموجب یا ان کو قوم میں موجود
دکھائیں یا پھر ان کی وفات کے قائل ہو جائیں۔

حافظ صاحب کا احادیث و روایات کی طرف رجوع

حافظ صاحب چونکہ جانتے تھے کہ وہ قرآن مجید سے حیاتِ مسیح کا
کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے اور حیاتِ مسیح کے قائل مفسرین نے اس بارہ
میں صرف توفّی اور رفع کی رکیک تاویلات سے کام لیا ہے اسلئے
انہوں نے قبرِ مسیح سے متعلقہ بعض روایات سے حیاتِ مسیح کو ثابت
کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حالانکہ احادیثِ نبویہ سے بھی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے۔ بہر حال انہوں نے جو احادیث
اور اقوال اس بارہ میں پیش کئے ہیں ان کے بارہ میں وہ ہمارا نقد و
تبصرہ ملاحظہ کریں۔

حافظ صاحب کی پیش کردہ روایات پر ہماری تنقید

حافظ صاحب نے دو حدیثیں قبرِ مسیح کے متعلق اور دو اقوال
حضرت عبد اللہ بن سلام رضؓ اور ابو مودود کے پیش کئے ہیں یہ دکھلانے
کے لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ
اقدس میں دفن ہوں گے اور ان کے لئے وہاں قبر کی جگہ موجود ہے۔

واضح ہو کہ احادیثِ نبویہؐ قرآن مجید کی طرح قطعی اور یقینی نہیں۔
بلکہ متواترہ احادیث کے سوا باقی سب احادیث ظنی ہیں اور جب
دلیل سے ان کی سند و متن کی صحت ثابت ہو تب قابلِ قبول ہوتی ہیں۔
لہٰذا جو احادیث احاد اور سند کے لحاظ سے غریب ہوں ان پر کسی
عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ جب احادیث نبویہؐ بھی پوری چھان بین
کے بعد مانی جاتی ہیں تو دوسرے لوگوں کے اقوال جو قرآن مجید اور احادیثِ
صحیحہ کے خلاف ہوں کس طرح حجت اور قابلِ قبول ہو سکتے ہیں؟ جب احادیثِ
نبویہؐ کی سند کے متعلق جرح و تعدیل کا سلسلہ جاری ہے اور ان احادیث
کے متن کو جو درایت کے لحاظ سے صحیح ثابت نہ ہو درست نہیں سمجھا جاتا تو
قرآن مجید کی ان واضح نصوص کے خلاف جن میں وفاتِ مسیحؑ کا قطعی اور حتمی
طور پر ذکر موجود ہے کسی ایسی روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا جیسے حافظ
عبدالرحمٰن صاحب نے روضۂ نبویؐ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی چوتھی قبر
بنایا جانے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فیصلہ

یہ احادیث جو حافظ صاحب نے پیش کی ہیں کسی بحث میں شیخ محمد
صاحب نے پیش کر کے زور دیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھی قبر میں
دفن ہوں گے جو روضۂ نبویؐ میں موجود ہے۔ جب ان کی یہ تحریر مولوی
رشید احمد صاحب گنگوہی کے سامنے پیش ہوئی تو انہوں نے اس کی

تصدیق نہ کی بلکہ تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ:۔
"حضرت مولانا نے اس پر بجائے تصدیق و تصویب کے
تحریر فرمایا کہ سارا ثبوت با احادیث و اخبار احاد ہے اسلئے
علم ظنی حاصل ہوگا قطعیت کا ثبوت دشوار ہے"
(تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۴۳-۴۴ مؤلفہ الحاج عاشق حسین میرٹھی)

حافظ صاحب کی پیش کردہ روایات پر ہماری جرح

(۱) حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے ٹریکٹ میں جو دو حدیثیں اور تین
اقوال پیش کئے ہیں یہ سب احاد روایات ہیں۔ حافظ صاحب کی پیش کردہ
پہلی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد
چالیس سال رہیں گے ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ
اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔
یعنی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریں گے پس وہ میرے ساتھ میری قبر میں
دفن کئے جائیں گے پس میں اور وہ ایک قبر میں اُٹھیں گے ابوبکر اور عمر
کے درمیان سے۔

اِس حدیث کے متن کے ظاہری الفاظ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ
سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھولی
جائے گی اور پھر اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ آپؐ کی قبر میں ہی دفن کیا جائے گا۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی قبر کی یہ بے حرمتی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور حافظ عبدالرحمٰن صاحب کو خود بھی اس کا احساس تھا اسلئے انہوں نے اس حدیث کے لفظ "قبر" کی تاویل "روضۂ اقدس" کی ہے۔ یعنی قبر کے لفظ سے وہ احاطہ مراد لیا ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں۔ مگر ان کی اس تاویل کی حدیث ہذا کے اگلے الفاظ اجازت نہیں دیتے کہ قبر کے لفظ سے مراد مقبرہ لیا جائے کیونکہ اگلے الفاظ یہ ہیں۔ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔ پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر میں اُٹھیں گے ابو بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان سے۔ پس فِیْ قَبْرِیْ کی تاویل جو حافظ صاحب نے "مقبرہ" کی ہے اس تاویل کی حدیث کے مندرجہ بالا الفاظ اجازت نہیں دیتے۔ یہ الفاظ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ بن مریم کے ایک ہی قبر سے اُٹھنے کے ذکر پر مشتمل ہیں۔

(۲) میری دوسری جرح اس حدیث پر یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اس روایت میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان قرار دی گئی ہے۔ اور یہ بات امر واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ان دونوں بزرگوں کی قبروں کے درمیان نہیں بلکہ ان دونوں بزرگوں کی قبریں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ایک جانب واقع ہیں۔ پس ظاہری الفاظ میں اس حدیث کا متن درست قرار نہیں پاتا تاوقتیکہ اس کی کوئی معقول

تاویل نہ ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ایک جانب ہونا ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے۔

الجنوب

جهة القبلة

قبر النبي صلى الله عليه وسلم

قبر ابی بکر رضی اللہ عنہ

قبر عمر رضی اللہ عنہ

جهة المشرق
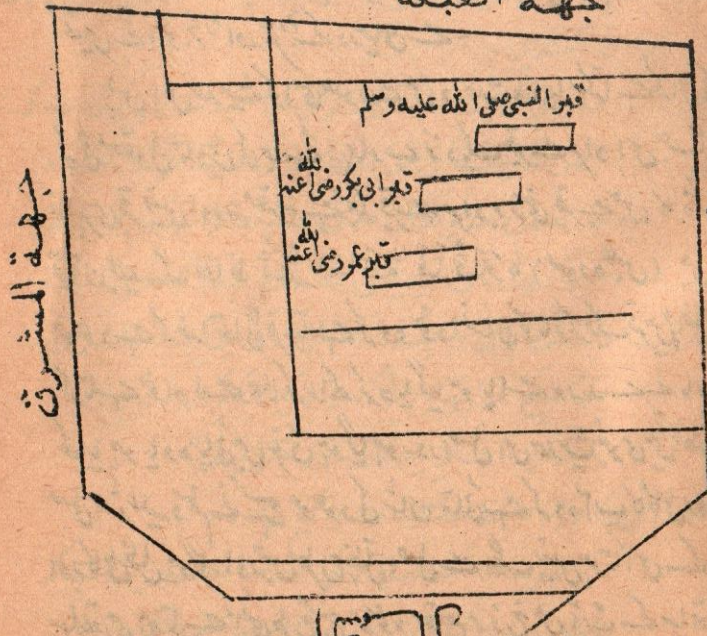
الاقشهری فی کتابه المسمّٰی بمنسك القاصد الزائر

سنہ ۱۹۳ ھجری

اِس نقشہ سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبروں کے درمیان نہیں بلکہ ایک جانب ہے لہٰذا قیامت کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی قبر سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان سے اُٹھنا ظاہری الفاظ میں درست قرار نہیں پاتا۔ اور قبر سے مراد مقبرہ لینے کو بھی یہ الفاظ ردّ کر رہے ہیں کہ میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر میں اُٹھیں گے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان سے۔

پس اِس حدیث کو اسی صورت میں درست مانا جا سکتا ہے کہ اس کی کوئی معقول تاویل کی جائے۔ ہمارے نزدیک قبر سے مراد اِس جگہ ظاہری قبر نہیں اور نہ مقبرہ ہے بلکہ قبر سے مراد برزخی قبر ہے جس کا ذکر قرآن مجید کے الفاظ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ (سورہ عبس) میں موجود ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ خود انسان کو مار کر ایک قبر میں داخل کرتا ہے خواہ اسے جلا کر راکھ کر دیا گیا ہو یا اسے درندے نے مار کھایا ہو یا وہ پانی میں غرق ہو گیا ہو۔ دراصل اس حدیث نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی شان بتائی ہے کہ وہ آپ کا کامل بروز اور کامل ظل ہوگا۔ اور جس طرح ظل اصل سے الگ نہیں ہوتا اس کے ساتھ ہی ہوتا ہے اسی طرح مسیح موعود مقام برزخ میں آپ کے ساتھ ہوگا اور حشر کے دن ایک برزخی مقام سے آپؐ کے ساتھ ہی اُٹھے گا۔ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ کے الفاظ میں اِن دونوں بزرگوں کا مقام

برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں بائیں بیان فرمایا ہے اور مسیح موعود کو اپنے سے الگ بیان نہیں فرمایا کیونکہ مسیح موعود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کامل ظِلّ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اِس جگہ قبر کی تاویل برزخ سے اِس لحاظ سے بھی درست ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یہ الفاظ قبر برزخی پر ہی صادق آتے ہیں۔

دوسری حدیث حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ:-

”عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی اَنْ اَعِیْشَ بَعْدَکَ فَتَأْذَنُ لِیْ اَنْ اُدْفَنَ اِلٰی جَنْبِکَ فَقَالَ اَنّٰی لِیْ بِذٰلِکَ مِنْ مَوْضَعٍ مَا فِیْہِ اِلَّا مَوْضَعَ قَبْرِیْ وَقَبْرِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَقَبْرِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ۔“

اس کا ترجمہ حافظ صاحب نے یہ کیا ہے:-

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا خیال ہوتا ہے کہ شاید میں آپ کے بعد تک زندہ رہوں گی تو آپ مجھ کو اس کی اجازت دیں کہ میں آپ کے پہلو میں دفن

ہو جاؤں تو آپؐ نے فرمایا۔ میں اس کی بھلا کیسے اجازت
دے سکتا ہوں۔ یہاں صرف میری قبر اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبر مقدر
ہے۔" (ابن عساکر کنز العمال جلد ۷، صفحہ ۲۶۸ ٹریکٹ حافظ صاحب صفحہ ۴۳)
واضح ہو کہ ابن عساکر کی یہ روایت جعلی اور وضعی ہونے کی وجہ سے
قابل قبول نہیں۔ کیونکہ یہ روایت اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری
کی ایک روایت کے صریح خلاف ہے۔ صحیح بخاری کتاب الجنائز میں وارد
ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے حضرت
عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں
بھیجا کہ وہ انہیں اجازت دیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس دفن ہو جاؤں (یہ اجازت اسلئے مانگی تھی کہ روضۂ نبوی حضرت
عائشہ الصدیقہؓ کے حجرے میں تھا (محمد نذیر)۔ اس پر حضرت عائشہ الصدیقہ
رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر حضرت عمرؓ کے روضۂ نبوی میں دفن ہونے کی
اجازت دی :-

كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي وَلَأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ
عَلَى نَفْسِي۔ (صحیح بخاری جلد ۱ مطبوعہ مصر باب ماجاء
فی قبر النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم)

کہ میں یہ جگہ اپنے لئے چاہتی تھی البتہ آج میں اپنے نفس پر
حضرت عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔

حضرت اُمّ المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ سے

ظاہر ہے کہ ابن عساکر والی روایت جو بطور دوسری حدیث نبویؐ کے حافظ
عبدالرحمن صاحب نے پیش کی ہے بالکل وضعی اور جعلی ہے۔ کیونکہ اگر
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا
کے دریافت کرنے پر کہ انہیں اپنے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت
دی جائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس وجہ سے اجازت
نہ دی کہ وہاں صرف چار قبریں ہوں گی خود آپؐ کی اور ابوبکرؓ اور عمرؓ
اور عیسیٰؑ ابن مریم کی تو حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ سُن لینے کے بعد کہ میں تمہیں کیسے اجازت دے
سکتا ہوں یہاں تو صرف چار قبریں ہوں گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ جواب نہیں دے سکتی
تھیں کہ میں یہ جگہ اپنے لئے چاہتی تھی آج میں اپنے نفس پر حضرت
عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں ایسا کہنا تو ابن عساکر والی روایت
کی صریح مخالفت تھی اور حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ
الزام نہیں دیا جا سکتا کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
فیصلہ کے خلاف یہ جگہ جس میں حضرت عمرؓ کو دفن ہونے کی اجازت
دی اپنے لئے تجویز کر رکھی تھی۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ ابن عساکر والی
روایت بالکل وضعی اور جعلی ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میں بیان کردہ فیصلہ کے خلاف عمل
نہیں کر سکتی تھیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ نہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ

نہیں ہو سکتے۔

تفصیلی جرح

حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف منسوب پہلی روایت یہ ہے:-

قَالَ يُدْفَنُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ تَعَالَى صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَيَكُونُ قَبْرُهُ رَابِعًا"

حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین کے ساتھ دفن ہوں گے سو اُن کی قبر چوتھی ہو گی۔

ہم بتا چکے ہیں کہ یہ روایت اس پہلی حدیث نبوی کے الفاظ "فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول نہیں۔ حافظ صاحب نے اس قول کے ترجمہ میں لکھا ہے "عیسیٰ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دو جاں نثار یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دفن ہوں گے۔" اس میں "آکر" کا لفظ ترجمہ میں حافظ صاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اس قول کا ماخذ ابن عساکر والی روایت ہی ہو سکتی ہے جسے ہم وضعی ثابت کر چکے ہیں لہذا اس کے رد کرنے کے ساتھ ہی یہ قول بھی رد ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف منسوب دوسرا قول جو حافظ صاحب

نے پیش کیا ہے یہ ہے:-

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ جَدِّهِ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ۔

ترجمہ از حافظ صاحب:-

"عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ تورات میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی لکھی ہے کہ عیسیٰؑ آپ کے پاس دفن ہونگے۔"

حافظ عبدالرحمٰن صاحب کا یہ ترجمہ غلط ہے۔ اس قول میں تو یہ بیان ہے مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ کہ تورات میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان ہوا ہے۔ اور آگے اس قول میں یہ ہے اور عیسیٰؑ ابن مریم آپؐ کے ساتھ دفن ہوں گے۔ یہ الفاظ تورات کے نہیں کہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔ اگر حافظ صاحب سچے ہیں تو وہ تورات سے یہ الفاظ نکال کر دکھا دیں لیکن وہ ہرگز یہ نہیں دکھا سکتے۔ لہذا یہ قول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی طرف سے مذکور ہے جو ابن عساکر والی روایت کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے جس کو ہم وضعی ثابت کر چکے ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف

منسوب دوسرے قول کے راوی محمد بن یوسف کی اسی مضمون کی ایک
روایت یُدْفَنُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِہٖ کے متعلق حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ
نے لکھا ہے :-

لَا یَصِحُّ عِنْدِیْ وَلَا یُتَابَعُ عَلَیْہِ ۔

(التاریخ الکبیر جزء اوّل ص۲۶۳)

کہ یہ روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ یہ پائی نہیں جائے گی۔

پس یہ راوی معتبر نہیں۔ حافظ صاحب کے پیش کردہ قول کے
ایک راوی عثمان بن ضحاک کے متعلق لکھا ہے "ضَعِیْفٌ" کہ یہ ضعیف
راوی ہے (تہذیب التہذیب جلد ۷ ص۱۲۴) پس جب اس روایت
کے راوی ہی ضعیف ہیں تو حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف منسوب
یہ قول قابل حجت نہ رہا۔

ابومودود کا یہ قول وَقَدْ بَقِیَ فِی الْبَیْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ
کہ حجرہ شریفہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ حافظ صاحب کی پہلی پیش کردہ
حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کرنے کے قابل ہے۔ کیونکہ وہ
حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسی چوتھی قبر سے قیامت کے دن اٹھنے
کا ذکر نہیں کرتی بلکہ وہ تو یہ بتاتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور
عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر میں سے اٹھیں گے۔ ان الفاظ کی صحیح تاویل ہم
پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قبر برزخی ہے نہ کہ ظاہری قبر۔ اور مقصود اس

سے مسیح موعودؑ کی شان بیان کرنا ہے کہ وہ آپ کا کامل ظل ہے۔ اور
برزخ میں آپ کے ساتھ اٹھے گا۔

ابومودود کا یہ قول بدیں وجوہ بھی غلط معلوم ہوتا ہے :-

وجہ اوّل صحیح بخاری کی شرح فتح الباری جلد ۳ ص۱۹۶ مطبوعہ مصر
میں لکھا ہے :-

"قَالَ ابْنُ التِّیْنِ قَوْلُ عَائِشَۃَ فِیْ قِصَّۃِ عُمَرَ
کُنْتُ اُرِیْدُہٗ لِنَفْسِیْ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ
مَا یَسَعُ اِلَّا مَوْضِعُ قَبْرٍ وَاحِدٍ"

یعنی ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا قول
حضرت عمرؓ کے واقعہ میں کہ میں یہ جگہ اپنے لئے چاہتی تھی
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صرف ایک قبر کی جگہ ہی
باقی تھی۔

پس ابومودود کا قول اور عبداللہ بن سلام کی طرف منسوب
اقوال ابن التین کے اس بیان کے بھی خلاف ہیں لہٰذا حجت نہیں۔

وجہ دوم موطا امام مالک علیہ الرحمۃ میں حضرت عائشہ الصدیقہ
رضی اللہ عنہا کا ایک خواب درج ہے۔ قَالَتْ
رَاَیْتُ ثَلَاثَۃَ اَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِیْ حُجْرَتِیْ۔ کہ میں نے
دیکھا تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں۔ آگے فرماتی ہیں میں نے
یہ رؤیا اپنے باپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیان کی جب رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور میرے حجرے میں
دفن ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ھٰذَا اَحَدُ اَقْمَارِكِ
وَهُوَ خَيْرُهَا۔ کہ یہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک ہے اور یہ ان
میں سے بہترین ہے۔ (موطا امام مالک کتاب الجنائز باب ما جاء فی دفن)

حضرت عائشہ الصدیقہ کی یہ رؤیا اِس بات پر دلالت کرتی ہے
کہ آپ کے حجرہ میں صرف تین بزرگوں نے ہی دفن ہونا تھا۔ اگر حضرت
عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بھی یہاں دفن ہونا ہوتا تو آپؓ کو رؤیا میں
چار چاندوں کا اپنے حجرے میں گرنا دکھایا جاتا۔ اِس سے بھی ظاہر ہے
کہ حجرہ مقدسہ میں کسی اَور قبر کی جگہ نہیں اور نہ وہاں کوئی اَور شخص مدفون
ہو سکتا ہے۔ پس حضرت عبد اللہ بن سلام کی طرف منسوب دونوں قول
اور ابو مودود کا قول اِس رؤیا کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی قابلِ قبول
نہیں۔ حضرت عائشہ الصدیقہ بلا ریب مومنہ تھیں اور مومن کے خواب کو
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے۔

وجہ سوم

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے
مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری
میں فرمایا:-

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ
اَنْبِيَاۗئِهِمْ مَسْجِدًا۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز جلد اول)

یعنی اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے

نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔
یہ حدیث اس بات پر اشارۃ النص ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے نزدیک نصاریٰ کے نبی کی قبر بھی کہیں موجود ہے جس کی پرستش کی جا رہی
تھی۔ پس اُوپر کی وجوہ کے خلاف اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ روضۂ نبویؐ
میں کسی قبر کی گنجائش موجود ہے تب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حدیث
کی روشنی میں وہاں دفن نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے اِس قول کے مطابق یہاں دفن ہونا تھا ہو چکے تھے اور اُن کی
قبر کی اُس وقت پوجا کی جا رہی تھی۔

وجہ چہارم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْ بَكْرٍ
وَثُمَّ عُمَرُ (ترمذی جلد ۲ مناقب عمرؓ ص۲۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں پہلا شخص ہونگا
جس کی سب سے پہلے قبر کھولی جائے گی پھر ابو بکر کی پھر عمر کی۔
اِس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ روضۂ نبویؐ میں صرف تین ہی قبریں
بننے والی تھیں۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی کوئی الگ قبر بننے والی
ہوتی تو اس کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرماتے۔ حافظ صاحب کی
پیش کردہ پہلی حدیث میں مسیح موعودؑ کے متعلق یہ ذکر آ چکا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ ایک ہی قبر میں اُٹھیں گے۔ اور مراد اس سے برزخی

قبر ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

واضح ہو کہ روایات کی حیثیت اور حقیقت ہم نے بتا دی ہے کہ پہلی حدیث تاویل طلب ہے اور دوسری جعلی اور وضعی اور باقی تینوں اقوال بوجہ غریب ہونے اور بوجہ پہلی حدیث کے مخالف ہونے کے قابلِ قبول نہیں۔ ماسوا اس کے وہ بعض دوسری وجوہ کے بھی خلاف ہیں لہٰذا حجت نہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی اصالتاً آمد پر اجماع کا ابطال

حافظ صاحب کا حضرت عیسیٰؑ کی اصالتاً آمد پر اجماع کا دعویٰ بھی باطل ہے کیونکہ اُمت کا ایک حصہ یہ تسلیم کرتا چلا آرہا ہے کہ نزولِ عیسیٰؑ سے مراد امام مہدی کا عیسیٰ بن مریم کا بروز ہونا ہے (اقتباس از انوار صفحہ ۵۲) اور خریدۃ العجائب وفریدۃ الرغائب کے صفحہ ۲۱۴ میں امام سراج الدین ابن الوردی نے لکھا ہے:-

وَقَالَتْ فِرْقَةٌ مِنْ نُزُوْلِ عِيْسٰى خُرُوْجُ رَجُلٍ يُشْبِهُ عِيْسٰى فِي الْفَضْلِ وَالشَّرَفِ كَمَا يُقَالُ لِلرَّجُلِ الْخَيْرِ مَلَكٌ ـــــ الخ

کہ ایک گروہ نے نزولِ عیسیٰ سے ایک ایسے آدمی کا ظہور مراد لیا ہے جو فضل و شرف میں عیسیٰؑ سے مشابہ ہوگا جیسا کہ نیک آدمی کو فرشتہ کہہ دیتے ہیں ـــــ الخ

پس اصالتاً نزولِ مسیح کے متعلق اجماع کا دعویٰ بھی باطل ہے۔ ماسوا اس کے مسیح کے نزول کی پیشگوئی آئندہ ظاہر ہونے والے امور سے تعلق رکھتی ہے۔

عقائد کی کتاب مسلم الثبوت مع شرح کے صفحہ ۲۴۳ پر لکھا ہے:-

أَمَّا فِي الْمُسْتَقْبِلَاتِ كَأَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَأُمُوْرِ الْآخِرَةِ فَلَا (إِجْمَاعَ) عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ لِأَنَّ الْغَيْبَ لَا مَدْخَلَ لَهُ فِي الْإِجْتِهَادِ۔

یعنی جو امور زمانہ مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں جیسے علاماتِ قیامت اور امورِ آخرت۔ ان میں حنفیوں کے نزدیک اجماع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امرِ غیب کا اجتہاد میں کوئی دخل نہیں۔ گویا اجتہاد کا علاقہ امورِ غیبیہ سے ہوتا ہی نہیں۔

مسیح کا نزول بھی امورِ غیبیہ سے تھا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مسیح کی وفات کے متعلق الہام نازل ہونے سے پہلے حیاتِ مسیح کا قائل ہونا محض ایک رسمی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب اس عقیدہ کی اصلاح کا وقت آگیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام سے اصل حقیقت آپ پر کھول دی اور وضاحت سے فرما دیا:-

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو گیا ہے۔"

تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی طرف توجہ کرنے سے اس الہام کی صداقت آشکار ہوگئی۔ وحی الٰہی کے نزول سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریق بیان ہوا ہے کہ "كَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ

اَهْلِ الْكِتٰبِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهٖ" کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ان امور میں جن میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی اہل کتاب
سے موافقت پسند فرماتے تھے - چنانچہ اپنی عمر کا لمبا عرصہ یعنی تقریباً
۵۸ برس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے قائل رہے ہیں کہ آپ
موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں - بلکہ فرماتے تھے لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى
مُوْسٰى (بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ مصری) اور وفات سے پانچ چھ سال پہلے
جب آیت خاتم النبیین نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا فُضِّلْتُ عَلَى
الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ - کہ چھ باتوں میں میں تمام نبیوں سے افضل ہوں -
اور ان میں سے آخری وجہ اپنا خاتم النبیین ہونا بتائی - (صحیح مسلم
باب الفضائل) اور پھر یہ بھی فرما دیا :-

لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ -

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴)

کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا
سوا نہیں کوئی چارہ نہ ہوتا -

پس مامور کے عقیدہ میں تبدیلی کوئی قابل اعتراض امر نہیں اور نہ
اس سے پہلے عقیدہ کی صحت ثابت ہوتی ہے -

ماسوا اس کے حافظ عبدالرحمٰن صاحب کی پیش کردہ روایات
سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ صحیح بخاری
کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ میں آنے والا مسیح

اور ہے اور مسیح ناصری علیہ السلام سے ایک الگ شخص ہے -
چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں مسیح ناصری
علیہ السلام کو اپنے خالہ کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ دیکھا (صحیح بخاری
جلد ۲ صفحہ ۱۶۴) یحییٰ علیہ السلام وفات پاکر عالم برزخ میں پہنچے ہوئے تھے
ان کے ساتھ حضرت عیسیٰ بن مریم کو دیکھنا اس بات کی روشن دلیل
ہے کہ وہ بھی وفات پاکر یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ عالم برزخ میں رہ رہے
ہیں ---- اور آیت فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ
(زمر) کے مطابق کہ خدا اس نفس کو روکے رکھتا ہے جس پر موت وارد
ہو چکی ہے) وہ اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے - ان کا اپنا بیان بھی یہ
ہے کہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا
تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدہ آخری رکوع)
کہ میں ان لوگوں کا اس وقت تک نگران تھا جب تک ان میں موجود رہا
جب اے خدا تو نے مجھے وفات دے دی تو ان پر تو ہی نگران تھا -
ان کا یہ بیان اس بات پر نص صریح ہے کہ چونکہ اب وہ قوم میں موجود
نہیں لہذا وفات پا چکے ہوئے ہیں - لہذا ان کی قوم قیامت تک خدا
کی نگرانی میں رہے گی - وہ قوم میں واپس نہیں آئیں گے

دو حُلیے دو مسیح

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج سے
واپس آکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک
لطیف کشف تھا - عیسیٰ علیہ السلام کا حُلیہ اَحْمَرُ جَعْدٌ بیان فرمایا -

(صحیح بخاری جلد ۲ ص۱۶۵ مطبوعہ مصر) کہ ان کا رنگ سُرخ ہے اور بال گھنگریالے ہیں۔ اور دجّال کے زمانہ کے مسیح موعود کا حُلیہ جسے آپؐ نے خواب میں دیکھا یہ بیان فرمایا۔ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ (صحیح بخاری جلد ۲ ص۱۶۵ مطبوعہ مصر) کہ وہ گندمی رنگ کا ہے اور اس کے بال لٹک رہے ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

آخری زمانہ میں آنے والے ابن مریم کو صحیح بخاری کی حدیث میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور صحیح مسلم کی حدیث میں فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ یعنی اُمّتِ محمدیّہ میں سے اُمّت کا امام قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھو باب نزولِ عیسیٰ) اور مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص۴۱۱ کی حدیث مروی از ابوہریرہ رضؓ میں "یُوْشِکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَلْقٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَهْدِیًّا" کے الفاظ میں نازل ہونے والے عیسیٰ کو ہی امام مہدی قرار دیا گیا ہے اور امام مہدی کا اُمّتی ہونا احادیثِ نبویہؐ سے ثابت ہے۔ اِن احادیث نبویہؐ کی بناء پر موعود عیسیٰ بن مریم ایک اُمّتی فرد ہے جو اُمّت میں سے اُمّت کا امام ہے نہ کہ اسرائیلی مسیح ابن مریم جن کے متعلق قرآن مجید میں رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کے الفاظ وارد ہیں، پس وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہیں نہ کہ اُمّتِ محمدیّہ کی طرف۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کی اصالتاً آمد کا خیال قرآن مجید اور اِن احادیثِ نبویہ کی روشنی میں صحیح نہیں صرف بروز کی آمد کا عقیدہ ہی درست ہے جسے پہلے کئی لوگ مانتے چلے آئے ہیں۔

حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے اِس جگہ ایک مرسل روایت پیش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا تھا اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی نہیں مرے وہ تمہارے پاس قیامت سے پہلے ضرور تشریف لائیں گے۔ یہ روایت مرسل ہے متصل السند نہیں، اور پھر غریب بھی ہے اسلئے اعتقادی امور میں حجت نہیں ہو سکتی۔ ماسوا اس کے یہود کو لَمْ یَمُتْ کہنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ قتل کے ذریعہ نہیں مرے کیونکہ یہودی اُن کے صلیب پر قتل ہو جانے کے مدعی تھے۔ "ابھی نہیں مرے" حافظ صاحب کا ترجمہ درست نہیں۔ اور رجعت اُن کی جو اِس جگہ مذکور ہے وہ بروزی ہے جس پر امامکم منکم اور فامّکم منکم کی حدیثیں روشن دلیل ہیں۔

وفاتِ مسیحؑ ازروئے احادیثِ نبویّہ

صحیح حدیث میں یہ وارد ہے کہ جب نجران کے عیسائیوں کے وفد سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث ہوئی۔ تو حضورؐ نے فرمایا:۔

اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَبَّنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَ
اَنَّ عِیْسٰی اَتٰی عَلَیْهِ الْفَنَاءُ۔ قَالُوْا بَلٰی۔

("اسباب النزول"[1] تالیف ابی الحسین علی بن احمد الواحدی النیساپوری ص۵۳ ۴۶۸ہجری مطبوعہ مطبع مصطفی البابی الحلبی و اولادہ بمصر)

---

[1] یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ حافظ صاحب جب چاہیں ربوہ تشریف لا کر حوالہ دیکھ سکتے ہیں۔

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے وہ نہیں مرے گا اور عیسیٰؑ پر فنا آچکی ہے۔ نجران کے وفد نے کہا ہاں۔

اس حدیث نبویؐ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات طبعی روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ پس مرسل حدیث میں لَمْ يَمُتْ کے الفاظ یہود کے اس خیال کی تردید میں ہیں کہ مسیح کو انہوں نے قتل کر کے مار دیا تھا۔ طبعی وفات ان کی اس دوسری حدیث وَاَنَّ عِيْسٰى اَتٰى عَلَيْهِ الْفَنَاءُ سے ثابت ہے۔ اور حدیث نبوی اَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ عَاشَ مِائَةً وَعِشْرِيْنَ سَنَةً (کنز العمال) طبعی وفات کی مؤید ہے۔

تفسیر ابن جریر میں عُمِّرَ مِائَةً وَعِشْرِيْنَ کے الفاظ ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس برس عمر دیئے گئے۔

پہلی حدیث کو نواب صدیق حسن خان نے حجج الکرامہ میں درج کر کے لکھا ہے رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ کہ اس کے سب راوی معتبر ہیں۔ اگر اس کے باوجود حافظ عبدالرحمٰن صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو ہزار سال سے بجسدہ العنصری زندہ مانتے اور انہی کا بجسدہ العنصری آخری زمانہ میں آنا مانتے ہیں تو کسی مرفوع متصل السند حدیث نبوی سے اس مضمون کا ایک حدیث میں پایا جانا دکھائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار سال یا اس سے زیادہ عرصہ بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ رہیں گے اور بجسدہ العنصری ہی آسمان سے نازل ہوں گے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ

وہ ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ان کا حیات مسیح کا خیال باطل ہے ان کو چاہیئے ایک سو بیس سال کی عمر میں ان کی وفات بموجب حدیث نبویؐ تسلیم کر لیں۔

حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے ٹریکٹ میں دس ہزار روپے انعام کا وعدہ کیا ہے اور لکھا ہے:۔

"مرزائی احباب صرف اور صرف ایک ہی حدیث پیش کر دیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ حضرت عیسیٰ مر گئے ہیں اور ان کی قبر کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں ہے تو میں دس ہزار روپے نقد انعام دوں گا اور اپنی تمام کتابیں جلا کر مرزائیت قبول کر لوں گا۔"

خدا جانے احمدیت کا قبول کرنا آپ کی قسمت میں ہے یا نہیں۔ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک یہ حدیث وَاَنَّ عِيْسٰى اَتٰى عَلَيْهِ الْفَنَاءُ پیش کر دی ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے اور دوسری حدیث اِنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ عَاشَ مِائَةً وَعِشْرِيْنَ سَنَةً سے یہ ظاہر ہے کہ وہ ایک سو بیس برس زندہ رہے نہ کہ دو ہزار سال سے زندہ چلے آرہے ہیں۔ لہٰذا حافظ عبدالرحمٰن صاحب کے دس ہزار روپیہ میں سے آدھا انعام یا پانچ ہزار روپیہ پانے کے تو ہم مستحق ہیں کیونکہ ان کے مطلوبہ چیلنج کی ایک شق ہم نے دکھا دی ہے لیکن ہم اُن سے اس انعام کے دیا جانے کا مطالبہ نہیں کرتے تا انہیں لوگوں سے روپیہ بٹورنے کا موقعہ

نہ ملے۔ سرینگر محلہ خانیار میں اُن کے دفن ہونے کا معاملہ حدیث نبویؐ سے تعلق نہیں رکھتا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد الامام المہدی والمسیح الموعودؑ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ عیسیٰؑ ابن مریم کا سرینگر میں مدفون ہونا حدیث نبویؐ کے واضح الفاظ سے ثابت ہے تو اِس بارہ میں حافظ صاحب کا حدیث نبویؐ کا مطالبہ ہی غلط ہے۔ ان کا سرینگر میں مدفون ہونا ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اگر آپ اِس حقیقت کو تسلیم نہ بھی کریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تو حدیث سے ثابت ہے۔ آخر کہیں تو اُن کی قبر بنی ہوگی اُسے تلاش کریں۔

قرآن مجید اور حدیثِ نبویؐ سے اتنا پتہ تو ملتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی ہے اور زمین پر ہجرت کی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَّآوَيْنٰهُمَا إِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (سورۃ المومنون آیت ۵۰) کہ ہم نے ابن مریمؑ اور اس کی ماں کو نشان بنایا اور ان دونوں کو ایک اونچی زمین پر پناہ دی جو آرام والی اور چشموں والی ہے۔ اِس سے پہاڑی علاقہ میں ان کی ہجرت ثابت ہے۔ اور حدیث نبویؐ میں وارد ہے اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى عِيْسٰى أَنْ يَا عِيْسٰى اِنْتَقِلْ مِنْ مَّكَانٍ إِلٰى مَكَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ وَتُؤْذٰى (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۴) کہ خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جائیں تا وہ پہچان نہ لئے جائیں اور پھر دُکھ نہ دیئے جائیں۔

یہ آیت اور حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت پر نصِ صریح ہیں ــــ اور علامہ رشید رضا مفتی دیارِ مصر نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحقیقات پڑھ کر یہ فیصلہ دیا ہے :-

فَفِرَارُهٗ إِلَى الْهِنْدِ وَمَوْتُهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ لَيْسَ بِبَعِيْدٍ عَقْلًا وَّلَا نَقْلًا (المنار جلد ۵ صفحہ ۹)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان کی طرف ہجرت کر جانا اور اس شہر (سرینگر) میں وفات پانا عقل اور نقل کے خلاف نہیں۔

پس اہل علم تو مسیحؑ کی وفات کو اور سرینگر میں مدفون ہونے کو ایک تاریخی حقیقت تسلیم کرتے جا رہے ہیں۔ اگر حافظ صاحب کو اس حقیقت کا علم نہیں اور انہوں نے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں تو اس میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا کیا قصور ہے۔ انکی ہجرت "اِلٰى رَبْوَةٍ" اور نقل مکانی کے متعلق تو قرآن مجید و حدیث گواہ ہیں۔ اِن حقائق کو جھٹلا کر حافظ صاحب کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ السلام بجسدِ العنصری آسمان پر زندہ ہیں۔

حافظ صاحب نے قبر مسیحؑ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں تضاد دکھانے کی بھی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"پھر لطف یہ کہ جب حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ بدلا تو فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں اور اُن کی قبر اُن کے اپنے

وطن گلیل میں ہے۔ پھر کچھ سال کے بعد فرمایا کہ مسیح کی قبر بلادِ
شام طرابلس میں ہے۔ پھر کچھ سال بعد فرمایا کہ مسیح کی قبر
کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں ہے۔ اگرچہ مرزا جی پر قبرِ مسیح کا
معاملہ پھر مشتبہ ہو گیا اور اپنے مرنے سے گیارہ دن پہلے لکھا
کہ مسیح کی قبر مدینہ منورہ کے قریب وادی عقیق میں ہے۔ لیکن
مرزائی احباب کشمیر کی قبر ہی مسیح کی قبر بتلاتے ہیں۔"

الجواب :- گلیل اور بلادِ شام والی قبر عیسائیوں کی روایات کی بناء
پر ہے۔ طرابلس کا لفظ حضرت مرزا صاحب نے نہیں لکھا اور بلادِ شام اور
گلیل ایک ہی ملک ہے لہٰذا اس سے ایک ہی قبر مراد ہے جسے آپ نے بعض
روایات کے مطابق درج کیا ہے لیکن مزید تحقیق سے یہ تاریخی حقائق آپ
کے سامنے آئے کہ مسیح نے بلادِ شام سے ہجرت کی اور نصیبین کے رستے
ایران و افغانستان ہوتے ہوئے وہ کشمیر میں پہنچے۔ اور کشمیر کی تاریخ سے
یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ محلہ خانیار سرینگر کی قبر اس یوز آسف نبی یعنی
یسوع مسیح کی ہے جو بیت المقدس سے کشمیر میں گئے۔ اسلئے حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کی آخری تحقیق یہی ہے اور اسی کو جماعت احمدیہ درست مانتی
ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گلیل والی قبر مصنوعی تھی اور حضرت مسیح کی ہجرت کو
چھپانے کے لئے تھی تاکہ یہودی آپ کا تعاقب نہ کریں۔

چشمہ معرفت کی عبارت بدیں وجہ نہیں لکھی گئی کہ سرینگر میں قبرِ مسیح کا
معاملہ آپ پر مشتبہ ہو گیا تھا بلکہ یہ عبارت حافظ عبدالرحمٰن جیسے لوگوں کے لئے

لکھی گئی ہے جو خانیار والی قبر کو قبرِ مسیح نہیں مانتے۔ ایسے لوگوں کے لئے
ہی آپ نے لکھا :-

"اگر ہم نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں تو اس میں
ہمارا کیا گناہ ہے۔ ہمارے وجود سے صدہا برس پہلے
خدا تعالیٰ ان کی موت قرآن شریف میں ظاہر کر چکا ہے۔ ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں ان کو فوت شدہ
نبیوں میں دیکھ چکے ہیں۔ عجیب تر تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے تمام اصحاب ان کی موت کے قائل بھی ہو چکے ہیں۔ اور
کتاب تاریخ طبری کے صہ ۷۳۹ میں ایک بزرگ کی روایت
سے حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا بھی حوالہ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی
گئی۔ یعنی ایک قبر پر پتھر پایا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ عیسیٰ
کی قبر ہے۔ یہ قصہ ابن جریر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جو
نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے۔ مگر افسوس کہ
پھر بھی متعصب لوگ حق کو قبول نہیں کرتے۔"

(چشمہ معرفت صہ ۲۶۱)

معلوم ہوتا ہے حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے تاریخ طبری سے
اس روایت کو دیکھا ہے کیونکہ وہاں ہی عیسیٰ علیہ السلام کی اس قبر کا
مقام المدینہ کے قریب وادی عقیق میں بتلایا گیا ہے اسلئے بجائے
وفاتِ مسیح کا قائل ہونے کے اور اس قبر کو قبرِ مسیح ماننے کی بجائے

اُنہوں نے اُلٹا یہ لکھ دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب پر قبرِ مسیح کا معاملہ
پھر مشتبہ ہو گیا اور مرنے سے گیارہ دن پہلے لکھا کہ مسیح کی قبر
مدینہ منورہ کے قریب وادیٔ عقیق میں ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ آپؑ
کے نہیں۔ طبری نے بھی "المدینہ" کے ساتھ المنورہ نہیں لکھا اسلئے یہ
تحقیق طلب امر ہے کہ یہ وادی کس شہر کے قریب ہے جس میں ایک قبر
پر قبرِ مسیح کا کتبہ پایا گیا۔

حافظ صاحب اگر سرینگر کی قبرِ مسیح کو تسلیم نہیں کرتے تو وہ تاریخ
طبری والی قبرِ مسیح کو کیوں نہیں مان لیتے؟ اگر آپ کے نزدیک طبری
میں مذکور قبر جعلی ہے تو بہرحال کسی دوسری جگہ آپ کو قبرِ مسیح تلاش
کرنی چاہیئے۔!

قرآن و حدیث نبوی سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہے اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی قبر بموجب حدیث لَعَنَ اللّٰہُ
الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ
مَسَاجِدَ تسلیم کی ہے۔ آپ کو اس قبرِ مسیح کا پتہ دینا چاہیئے
جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ہے۔ محض
اختلاف دکھانے سے کچھ فائدہ نہیں۔

براہین احمدیہ کے متعلق آپ نے ایک اعتراض اٹھایا ہے کہ
بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے
پسند فرمایا تھا حالانکہ اس میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ مذکور ہے جسے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرک قرار دیا ہے۔ اس پر آپ لکھتے
ہیں:-

"کاش کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براہین دیکھی اور
پسند فرمائی یہ بھی فرما دیا ہوتا کہ مرزا کتاب تو بہت اچھی ہے
لیکن اس میں جو یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یہ
شرک ہے۔"

اس کے جواب میں واضح ہو کہ جب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں تفصیل
کے ساتھ وفاتِ مسیح کا عقیدہ موجود ہے تو پھر رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ الفاظ فرمانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ غلط عقیدہ
کی اس کی پانچویں جزء میں اصلاح کر دی گئی اور اس میں پُرزور دلائل
سے وفاتِ مسیح علیہ السلام کا ثبوت موجود ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔